VFAST Transactions on Islamic Research
http://vfast.org/journals/index.php/VTIR@ 2023, ISSN(e):2309-6519, ISSN(p): 2411-6327
Volume 11, Number 1, January-June 2023 *pp:56-77*

The Role of Reconciliation in Financial Disputes: A Sharia Study

مالی معاملات میں تنازعات اور صلح کا کردار: شرعی مطالعہ

Muhammad Yasin Ayoub[1], Abdullah Yousaf[2]

[1]Department of Islamic Studies, National College of Business Administration & Economics, Lahore, Pakistan
[2]Department of Islamic Studies, University of Okara, Okara, Pakistan
*Corresponding Author Email: Yasinayoub@gmail.com

ABSTRACT

This research explores the critical role of reconciliation (Sulh) in resolving financial disputes within the framework of Islamic law. The study provides an extensive Sharia analysis on the mechanisms and principles that guide the resolution of financial conflicts, emphasizing the importance of Sulh as both a prophetic practice and a judicial principle. By examining various sources of Islamic jurisprudence, including the Quran, Hadith, and rulings of Islamic scholars, this paper delineates the conditions and processes through which reconciliation can be achieved in financial matters. The study highlights case studies and historical instances where Sulh was effectively utilized to resolve disputes, demonstrating its practical applications and benefits in contemporary financial transactions. The findings suggest that embracing reconciliation not only aligns with Islamic legal traditions but also enhances the efficiency and harmony of financial dealings. This study contributes to the understanding of Islamic financial jurisprudence and offers valuable insights for scholars, legal practitioners, and individuals engaged in financial transactions within Islamic contexts.

KEYWORDS

Reconciliation, Financial Dispute Resolution, Sharia Law, Islamic Jurisprudence, Prophetic ﷺ Practices in Finance

JOURNAL INFO

HISTORY: Received: April 25, 2023 Accepted: June 22, 2023 Published: June 30, 2023

تمہید:

اسلامی شریعت نہ صرف عبادات اور معاشرتی امور میں بلکہ مالی معاملات میں بھی انسانی زندگی کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔مالی معاملات، خصوصاًجب وہ تنازعات کا شکار ہوں، اسلامی تعلیمات اپنی حکمت اور انصاف کی بنیاد پر رہنمائی کرتی ہے۔ تنازعات کا حل تلاش کرنااور صلح کو فروغ دینا، جو کہ ایک قرآنی اصول بھی ہے،اسلامی مالی نظام کے بنیادی جزو کے طور پر سامنے آتاہے۔اس تحقیقی مقالے کا مقصد مالی تنازعات میں صلح کی اہمیت اور کردار کو اجاگر کرنا ہے، جس میں شریعت اسلامیہ کے مختلف فقہی مآخذ وماخذ کی روشنی میں گہرائی سے بحث کی گئی ہے۔اس تحقیق میں قرآن وحدیث، فقہ اسلامی کے اصولوں،اور معاصر فقہی فتاویٰ کا تجزیہ شامل ہےتاکہ صلح کی معنویت اور عملی اطلاق کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا جاسکے۔

صلح کی لغوی تعریف:

لغویوں کے ہاں صلح فساد کی ضد ہےاور ابن فارس کے قول کے مطابق صلح کا معنی مصالحت اور مسالمت ہے کہ جھگڑے کے بعد لوگوں کو اکٹھا کرنا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

1. "اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًا وَ الصُّلْحُ خَیْرٌ"()
2. ”یہ کہ وہ دونوں ان دونوں(میاں،بیوی)کے درمیان صلح کروادیں اور صلح ہر حال میں خیر ہے۔“

سورہ حجرات میں بھی یہی معنی استعمال ہواہے کہ نزاع، جھگڑے کو ختم کیاجائے :

3. "فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ "()
4. ”تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروادو۔“

امام نوویؒ نے صلح کے بارے میں کہاہے:

5. "صلح اصلاح اور مصالحت کا معنی جھگڑے کو توڑنا، ختم کرناہے اور صلح مصالحت ہی کا نام ہے جو کہ جھگڑے کا الٹ ہے۔"()

صلح کے قریب ترین الفاظ میں سے ”سلم “ ہےاور اس سے بھی صلح ہی مراد ہے۔

(cc) BY
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

6. "وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ"(4)

7. "اور اگر وہ صلح کی جانب مائل ہوں تو پس تو بھی اس کی طرف مائل ہو جا اور اللہ پر بھروسا کر۔"

چنانچہ لغویوں کے نزدیک صلح سے مراد لوگوں کے درمیان فساد، جھگڑے کو ختم کرنا ہے اور اختلاف کے بعد اتفاق ہے۔

فقہاء کے نزدیک صلح کی تعریف:

فقہاء کے نزدیک صلح کے مقاصد مختلف ہونے کی وجہ سے صلح کے معنی میں بھی اختلاف ہے۔

(الف) احناف کے نزدیک صلح ایک ایسے عہد کا نام ہے جس کا وجود صرف اور صرف جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے ہوتا ہے۔(5)

(ب) مالکیوں میں سے ابن عرفہ مالکی کا صلح کے بارے میں یہ قول ہے کہ صلح اصل میں جھگڑے یا خوف کو ختم کرنے کے عوض کسی حق یا دعوے سے پھرنے کا نام ہے۔(6)

اور امام نووی ؒ کا قول ہے:

8. "صلح ایک عقد، عہد کا نام ہے جس کے ذریعے جھگڑے کو ختم کیا جاتا ہے۔ یعنی عہد و پیمان میں اصل مقصد نزاع، اختلاف کو جڑ سے مٹانا ہے اور اسی عہد و پیمان کو صلح کہتے ہیں۔(7)

ابن قدامہ حنبلی □ کے نزدیک:

9. "صلح ایک عقد کا نام ہے جس کے ذریعے دو مختلف گروہوں کے درمیان اصلاح، صلح کروائی جاتی ہے۔"(8)

احناف اور شوافع کے نزدیک صلح ایک عقد ہے اور اس کا نتیجہ جھگڑے کو ختم کرنے کی صورت میں اخذ ہوتا ہے اور ان کی تعریفات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عقد اور حکم ایک ہی ہیں کیونکہ حکم یعنی "فیصلہ" بھی جھگڑے کو ختم کرتا ہے۔ حالانکہ حکم کا موضوع تو ہر حق والے کو اس کا پورا پورا حق دینا ہے۔ جبکہ صلح میں تو کسی نہ کسی کو اپنا حق چھوڑنا پڑھتا ہے۔ اس لیے ابن عرفہ کی تعریف زیادہ راجح ہے۔ کیونکہ ان کی تعریف میں یہی بات واضح کی گئی ہے کہ صلح اصل میں جھگڑے اور نزاع کو ختم کرنے کے بدلے میں اپنے حق یا دعوے کو چھوڑنے کا نام ہے۔

مال کی لغوی تعریف:

"ماملكته من كل شئ، جمعه الاموال"

"مال سے مراد ہر وہ چیز جس میں انسان حسب منشا تصرف کر سکے، اور اس کی جمع اموال ہے"

لسان العرب، تاج العروس

ابن الاثیر جزری فرماتے ہیں:

"المال فى الاصل مايملك من الذهب والفضة ثم أطلق على كل ما يقتنى ويملك من الاعيان واكثر مايطلق المال عند العرب على الابل لأنها كانت اكثر اموالهم"(9)

"اصل میں مال سے مراد وہ سونا اور چاندی جس میں انسان تصرف کر سکے، پھر مال کا اطلاق ہر اس چیز پر ہونے لگا جو انسان کے پاس نقد جمع ہو اور وہ اس میں تصرف کا اختیار رکھتا ہو، اہل عرب کے نزدیک اکثر طور پر مال کا اطلاق اونٹوں پر ہوتا ہے، کیونکہ ان کا زیادہ تر مال یہی ہیں۔"

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ مال سے مراد ہر وہ چیز جس میں انسان تصرف کرنے کا اختیار کر سکتا ہو، خواہ وہ مال ایک آدمی کا ہو یا پوری جماعت، پھر خواہ وہ مال سامان تجارت کی صورت میں ہو یا زمین، نقد روپے کی صورت میں ہو یا حیوانات کی شکل ان تمام اشیا کو مال کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:

اصطلاح شریعت میں فقہاء نے مال کی تعریف یہ بیان کی ہے:

"كل مايمكين ان يملكه الانسان وينتفع به على وجه المعتاد"

"مال سے مراد ہر وہ چیز ہے جس میں انسان حسب منشا تصرف کا اختیار رکھتا اور حسب عادت فائدہ حاصل کر سکتا ہو۔"

امام شافعی □ فرماتے ہیں:

"بأنه لايقع اسم المال الاعلى ماله قيمة يباع بها وتلزمه متلفه و ان قلّتْ"(10)

"لفظ مال کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جسے قیمتاً فروخت کیا جا سکے نقصان بھی لازم ہوا گرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔"

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ مال سے مراد وہ چیز ہے جس سے ملکیت کی صورت میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

مال کی حرمت:

دین اسلام میں مال کا تقدس بھی ایسے ہی ہے جیسے خون مسلم کا احترام ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

"لوگو! یہ کون سا دن ہے؟" انہوں نے عرض کیا: حرمت والا، آپؐ نے فرمایا: "یہ کون سا شہر ہے؟" انہوں نے جواب دیا: حرمت والا شہر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "اس دن اور شہر اور مہینے کی حرمت کی طرح تمہارے خون، مال اور عزتیں تم پر حرام ہیں۔" آپؐ نے اس بات کو تین مرتبہ دہرایا، پھر اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: "اے اللہ! کیا میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے؟ اے اللہ! کیا میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے؟" سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان! ہے۔ یہ آپ کی باتیں امت کے نام وصیت ہے پس چاہیے کہ یہاں موجود غائب کو پہنچا دے۔ میرے بعد کفر میں نہ لوٹنا کہ تمہارا بعض بعض کی گردنیں مارنے لگ جائے۔ [11]

سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے دھوکا نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے قطع تعلقی نہ کرو اور تم میں سے بعض بعض کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ اسے حقیر گردانتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے" آپ نے سینے کی طرف اشارہ کیا۔ تین مرتبہ، پھر آپ نے فرمایا: "آدمی کے برا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے ہر مسلمان پر مسلمان کا خون، مال اور اس کی عزت حرام ہے۔" [12]

فرمان نبوی ﷺ ہے:

«حرمة مال المسلم كحرمة دمه» [13]

مسلمان کے مال کا احترام بھی ایسے ہی ہے جیسے اس کے خون کا احترام ہے۔

یہی وجہ ہے کہ برے ارادے سے کسی کے مال کے قریب جانا بھی منع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا" [14]

"اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے، نادان لوگوں کے حوالہ نہ کرو، البتہ انہیں کھانے اور پہننے کے لیے دو اور انہیں نیک ہدایت کرو۔"

اور ناجائز طریقے سے کسی کے مال کو کھانا حرام ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

"وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۠" [15]

"اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔"

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"واكل المال بالباطل بغير عوض ولا هبة باطل بالاجماع" [16]

"بغیر کسی عوض اور ہبہ کے ناجائز طریقے سے کسی کے مال کو کھانا اجماع کی رو سے ناجائز ہے۔"

کتاب و سنت کی رو سے مال حقوق محترم ہیں، اس لیے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ ناجائز طریقوں سے کسی کے مال کو استعمال کرے۔ مال اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلوق میں سے معزز چیز ہے۔ اس کی حفاظت اور احترام ضروری ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

"هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ" [17]

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ انسان کے ہاتھ میں موجود مال حقیقت میں اللہ ہی کا ہے فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ لْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾[18]

"اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں انھیں چاہیے کہ عفّت مآبی اختیار کریں، یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے۔"

لہٰذا انسان کے پاس جو کچھ بھی حقیقت میں وہ اللہ کی ملکیت ہے اور انسان کی حیثیت نائب کی سی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ١ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾"[19]

"ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں گے اور مال خرچ کریں گے ان کے لیے بڑا اجر ہے"

اسلام نے تاکید کی ہے کہ اس مجازی ملکیت کا احترام کیا جائے نیز انسان کو رزق حلال کا متلاشی ہونا چاہیے، فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ قَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا١ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ١ؕ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾[20]

"اور وہ لوگ جو دنیا میں ان کی پیروی کرتے تھے، کہیں گے کہ کاش ہم کو پھر ایک موقع دیا جاتا تو جس طرح آج یہ ہم سے بے زاری ظاہر کر رہے ہیں، ہم ان سے بے زار ہو کر دکھا دیتے۔ یوں اللہ ان لوگوں کے وہ اعمال، جو یہ دنیا میں کر رہے ہیں، ان کے سامنے اس طرح لائے گا کہ یہ حسرتوں اور پشیمانیوں کے ساتھ ہاتھ ملتے رہیں گے مگر آگ سے نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ﴾[21]

"جب وہ سزا دے گا اس وقت کیفیت یہ ہوگی کہ وہی پیشوا اور رہنما، جن کی دنیا میں پیروی کی گئی تھی، اپنے پیرووں سے بے تعلقی ظاہر کریں گے، مگر سزا پا کر رہیں گے اور ان کے سارے اسباب و وسائل کا سلسلہ کٹ جائے گا۔"

انسانی مال کے دو پہلو ہیں: اگر نیکی میں صرف کیا جائے تو نیکی، اگر برائی میں خرچ کیا جائے تو برا نتیجہ نکلے گا، فرمان الٰہی ہے:

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى﴾[22]

"تو جس نے (راہ خدا میں) مال دیا اور (خدا کی نافرمانی سے) پرہیز کیا"

اسلام نے مال کے فتنے سے محفوظ رہنے کی بھی تلقین کی ہے۔

﴿اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ١ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾[23]

"تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں، اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے"

مزید ارشاد ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ١ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾[24]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔"

ان تمام تاکیدات اور تعلیمات کے ساتھ ساتھ دین اسلام نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ انسان کے پاس موجود مال اللہ کی ملکیت ہے اور روز قیامت اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ فرمان نبوی ہے:

"قیامت کے دن انسان کے قدم اتنی دیر تک نہیں اٹھ سکیں گے یہاں تک کہ پوچھا جائے گا، اس کی عمر کے متعلق، کن کاموں میں بسر کی، اس کے علم کے متعلق، اس کے ساتھ کیا کیا، اس کے مال کے متعلق کہاں سے حاصل کیا اور کن کاموں میں خرچ کیا؟ اس کے جسم کے متعلق کن کاموں میں اسے بوسیدہ کیا؟""[25]

طبعی طور پر انسان میں مال و دولت کی محبت عنایت کی گئی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾[26]

''اور مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو۔''

﴿وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾[27]

''اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے۔''

جس وجہ سے وہ اپنے مال کی حتی الوسع حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر مال کی خاطر لڑائی کرنا پڑے تو بھی کرتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ نے فرمایا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! بتائیے! اگر کوئی آکر میرا مال لینا چاہیے تو؟ آپ نے فرمایا: ''اسے اپنا مال نہ دے۔'' اس نے کہا: بتایے! اگر وہ مجھ سے لڑائی کرتے تو؟ فرمایا: ''تو بھی اس سے لڑائی کر۔'' اس نے کہا: بتایئے اگر وہ مجھے قتل کردے تو آپ نے فرمایا: ''تو شہید ہے۔'' اس نے کہا: اگر میں اسے قتل کردوں تو؟ فرمایا: ''وہ جہنم میں جائے گا۔''[28]

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ انسان میں طبعی اور فطری طور پر مال و دولت کی محبت پائی جاتی ہے اور شریعت مطہرہ نے انسان کو اجازت دی ہے کہ اپنی طاقت کی حد تک اپنے مال کی حفاظت اور اس کا دفاع کرے مال اپنی نفاست اور رغبت کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان نزاع کا سبب ہے اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اموال میں پیدا ہونے والے اختلافات اور لڑائی جھگڑوں میں صلح کی تلقین کی ہے تاکہ لوگوں کے حقوق محفوظ رہیں۔ نیز یہ بھی وضاحت فرمائی کہ مال کی وجہ سے پیدا ہونے والے اختلافات میں صلح کے پہلو کو اختیار کرنا، امن اور سکون کا سبب ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا١ؕ وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ١ؕ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ١ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾[29]

''جب کسی عورت کو اپنے شوہر سے بد سلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر میاں اور بیوی (کچھ حقوق کی کمی بیشی پر) آپس میں صلح کرلیں۔ صلح بہر حال بہتر ہے۔ نفس تنگ دلی کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں، لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آؤ اور خدا ترسی سے کام لو تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارے اس طرز عمل سے بیخبر نہ ہوگا۔''

اس آیت کریمہ کی وجہ سے دین اسلام نے حضرت انسان کو اجازت دی ہے کہ وہ صلح، باہمی الفت و محبت اور ازالہ اختلافات کے لیے دوسروں کے مفاد میں کسی حق سے دست بردار ہو جائے۔

اس طرح کرنے سے مالی معاملات میں پیدا ہونے والے اختلافات بھی ختم ہوں گے اور دلوں میں نفرت و بغض کی بجائے محبت اور پرامن معاشرے کا وجود قائم ہو جائے گا اور دنیا وآخرت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے عافیت بھی نصیب ہو گی۔

اموال میں پیدا ہونے والے اختلاف میں صلح کروانے کا مفہوم محدثین کرام کے درمیان بھی معروف ہے۔

مالی معاملات میں صلح کی ترغیب:

دین اسلام نے مالی معاملات میں اختلاف و نزاع کے وقت سبیل صلح کو اختیار کرنے کی ترغیب دلائی ہے صلح وہ عظیم الشان وصف ہے کہ اس سے صرف اختلاف کا خاتمہ، اطمینان قلب ہی نہیں بلکہ اس پہلو کو اختیار کرنے والوں کے لیے اجر عظیم کی خوشخبری بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ١ؕ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[30]

''تمہارا قرض دار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو، اور جو صدقہ کردو، تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔''

علامہ قرطبی □ فرماتے ہیں:

"مذهب الله تعالیٰ بهذه الالفاظ الی الصدقة علی المعسر وجعل ذلک خيراً من انظاره"[31]

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ تنگدست پر صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور اسے ڈھیل دینے سے بہتر قرار دیا ہے۔''

عبدالرحمن بن ابی قتادہ سے روایت ہے کہ ابو قتادہ نے اپنے ایک مقروض سے مال کا مطالبہ کیا تو وہ آپؓ سے چھپ گیا، پھر وہ آپؓ کو ملا تو کہنے لگا، میں تنگدست ہوں فرمایا: کیا اللہ کی قسم واقعی؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! واقعی (میں تنگدست ہوں) ابو قتادہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جسے یہ بات اچھی لگے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے قیامت کے دن کی تنگیوں سے نجات دے دے تو وہ کسی تنگدست سے تنگی دور کردے یا راوی کو شک ہے فرمایا: اس سے قرض معاف کردے۔''[32]

سیدنا ابو ہریرۃ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو کسی مومن سے دنیا کی تکلیف کو دور کرے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھی اس سے آخرت کی تنگیوں میں سے ایک تنگی دور کر دے گا۔اور جو کسی تنگدست پر آسانی کرے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی کرے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے تو اللہ پاک بھی دنیا و آخرت میں اس کے عیوب چھپائے گا۔اور اللہ پاک بندے کی نصرت میں رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔"(33)

علامہ نووی فرماتے ہیں:

"هو حديث عظيم جامع لانواع من العلوم والقواعد والآداب وفيه فضل قضاء موائج المسلمين ونفعهم بما تيسر من علم او مال اومعاونة او اشارة بمصلحة اونصيحة وغير ذلك وفيه فضل الستر على المسلمين وفضل انظار المعسر"(34)

"یہ عظیم حدیث علوم، قواعد اور آداب کی متعدد انواع پر مشتمل ہے۔اس حدیث میں مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے اور جو کچھ میسر ہو اس سے انھیں فائدہ بہم پہنچانے کی فضیلت ہے جیسے علم، مال، تعاون، صلح، خیر خواہی وغیرہ (نیز) اس میں مسلمانوں کے عیوب چھپانے اور تنگدست کو مہلت دینے کا بھی بیان ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو آدمی کی تنگدست (مقروض) کو ڈھیل دے یا اسے (قرض) معاف کر دے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ روزِ قیامت اسے اپنے عرش عظیم کا سایہ نصیب کرے گا جس دن اس سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔"(35)

ابن العربی فرماتے ہیں:

الاجرنى الوضع اعظم من الاجر فى التاخير فان الوضع اسقط عين المال والتاخير امهال(36)

"(مقروض) کو ڈھیل دینے کی بجائے (قرض) معاف کر دینے میں زیادہ اجر ہے کیونکہ معاف کا مطلب ہے مال کو (مقروض کے حق سے) ساقط کرنا اور تاخیر کا مطلب ہے (اسے) کچھ مہلت دینا۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں چیزیں (معاف کرنا اور وقت دینا) ہی صلح کا سبب ہیں تاہم معاف کرنا زیادہ افضل ہے۔

سیدنا حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کی روح سے فرشتے ملے انہوں نے پوچھا: کیا تو نے کوئی اچھا عمل کیا ہے۔اس نے کہا: میں اپنے لڑکوں کو حکم دیتا کہ وہ (تنگدست) کو مہلت دیں اور معاف کر دیں۔اللہ عزوجل نے فرمایا: فرشتو! تم بھی اسے معاف کر دو۔"(37)

سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ایک تاجر لوگوں سے لین دین کرتا تھا، اگر کسی تنگ حال کو دیکھتا تو اپنے لڑکوں کہتا اسے معاف کر دو، شاید کہ اللہ سبحانہ تو تعالیٰ ہمیں بھی معاف کر دے تو اللہ پاک نے اسے معاف کر دیا۔"(38)

ان تمام نصوص سے معلوم ہوا کہ مالی معاملات میں در گزر کے پہلو کو اختیار کرنا فضیلت والا عمل ہے اور لوگوں کے درمیان صلح کا سبب ہے نیز اس وصف کو اپنانے سے دلوں میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسے بندے سے در گزر فرما کر اسے جنت کا داخلہ نصیب فرمائے گا۔

دوسری مبحث: مالی معاملات میں صلح کی صورتیں

مالی معاملات میں اختلافات کو ختم کرنے کے لیے صلح کی کئی صورتیں ہیں جنھیں ہم اس بحث میں بیان کریں گے۔

1۔ پہلی صورت: قرض معاف کر دینا:

سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو آدمی تنگدست کو مہلت دے یا (قرض کا کچھ حصہ) اسے معاف کر دے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ روزِ قیامت اسے اپنے عرش عظیم کا سایہ نصیب فرمائے گا، جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔"(39)

اس حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ مال لڑائی جھگڑا ہو جائے تو خاتمہ اختلاف کی غرض سے تمام قرض یا کچھ حصہ معاف کر دینا درست ہے اور مستحب عمل ہے۔دو لفظ ہیں اسقاط اور وضع اسقاط کا مطلب ہے تمام قرض معاف کر دینا، وضع کا معنی ہے قرض کا کچھ حصہ معاف کرنا، صلح کی یہ دونوں صورتیں احادیث نبویہ میں بیان ہوئی ہیں:

قرض کا کچھ حصہ معاف کر دینا صلح کی یہ صورت بھی عہد نبویؐ میں موجود تھی۔سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دروازے سے جھگڑے کی آواز سنی دونوں

آوازیں بلند تھیں، ان میں سے ایک کہتا تھا، مجھے کچھ حصہ معاف کردے اور میرے ساتھ رعایت کرو اور دوسرا کہتا تھا: اللہ کی قسم میں ایسے نہیں کروں گا، پس رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "وہ کہاں ہے جو اللہ پر نیکی کرنے کی قسم کھاتا تھا؟" اس نے کہا: میں ہوں اے اللہ کے رسول! اور اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔[40]

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ قرضے کے معاملے میں تخفیف کرنا جائز ہے۔

۲۔ قرض کا کچھ حصہ چھوڑ دینا بھی درست ہے۔

۳۔ جب قرض کی وجہ سے دو آدمیوں میں اختلاف ہو تو نبی کریم ﷺ نے فوراً ان کی صلح کروائی اور صلح میں قرض کا کچھ حصہ معاف کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

۴۔ صحابہ کرام بھی صلح کی اس صورت کو استعمال کرتے تھے۔ یعنی قرض کا کچھ حصہ معاف کر دیا جائے اس لیے تو فوراً صحابی نے معذرت کر لی اور پکار اٹھا اور اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"عہد نبوی ﷺ میں مسجد کے اندر ابن ابی حدود سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا جو اس کے ذمہ تھا۔ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے گھر میں انھیں سن لیا، پس رسول اللہ ﷺ ان کی طرف نکلے، اپنے حجرے سے پردہ ہٹایا اور کعب بن مالک ظغرہ کو آواز دی اے کعب! انہوں نے کہا: حاضر! اے اللہ کے رسول آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نصف قرض معاف کردے۔ کعب نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے (ایسے ہی) کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آٹھ اور (باقی) اسے ادا کردے۔"[41]

اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ (نصف قرض معاف کردے) مولانا شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں:

المراء بالامر الواقع منه الاشاد الى الصلح والشفاعة فى ترك بعض الدين[42]

"نبی کریم ﷺ نے کعبؓ کو نصف قرض معاف کرنے کا حکم دیا اس کا مطلب ہے کہ آپ نے صلح کی طرف رہنمائی فرمائی اور کچھ قرض معاف کرنے کے لیے سفارش کی۔"

ابن بطال فرماتے ہیں:

ان هذ الحديث اصل لقول الناس خير الصلح على الشطر[43]

"یہ حدیث لوگوں کے اس کلام کی اصل ہے کہ بہترین صلح نصف مال پر ہوتی ہے۔"

2۔ (آپؐ نے ابن ابی حدود سے فرمایا: آٹھ اور بقیہ قرض ادا کر) علامہ عظیم آبادی فرماتے ہیں:

"قبل هذا امر على حجة الوجوب لان رب الدين لما طاوع لوضع الشرط تعين على المديون ان يعجل اليه دينه، لكلا يجمع على رب المال بين الوضيعة والمطل"[44]

"ایک قول یہ ہے کہ یہاں امر وجود کے لیے ہے کیونکہ قرض خواں نے جب اطاعت رسول میں نصف معاف کر دیا تو اب مقروض کے لیے ضروری ہے کہ وہ بقیہ قرض ادا کرے تاکہ صاحب مال کے حق میں دو چیزیں جمع نہ ہوں۔ 1 ایک تو اس نے نصف معاف کر دیا، نمبر دو اس کے ساتھ ٹال مٹول کیا جائے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مالی معاملات میں جس طرح قرض میں صلح جائز ہے اسی طرح نقد روپے پیسے میں اختلاف ہو جائے تو بھی صلح کا وجود قائم ہو سکتا ہے۔

اسی لیے امام بخاری نے اس حدیث پر ان الفاظ میں باب قائم کیا ہے۔"باب الصلح بالدين والعين "قرض اور نقدی میں صلح کا بیان، حافظ ابن حجر ترجمۃ الباب کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وهذالحديث فيه الصلح فيما يتعلق بالدين لوكأنه الحق به للصلح فيما يتعلق بالدين بطريق الأولى،[45]

"اس حدیث میں قرض کے متعلق اختلاف میں صلح کا بیان تو نقدی کے متعلق اختلاف میں صلح بالاولی جائز ہوا۔"

2۔ دوسری صورت، مقروض کو مہلت دینا:

مالی معاملات میں ازالہ اختلاف کی دوسری صورت یہ ہے کہ مقروض آدمی کو مہلت دی جائے۔ مہلت کا مطلب ہے کہ اگر وقت مقرر پر مقروض رقم یا چیز نہ دے سکے تو آسانی تک قرض خواہ اس سے قرض کا مطالبہ نہ کرے۔ اس سے بھائی چارگی میں مضبوطی آئے گی اور اجر و ثواب بھی ملے گا۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

”جسے پسند ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے روز قیامت کی تکالیف سے نجات دے تو وہ تنگدست سے تنگی دور کر دے یا اسے قرض کا کچھ حصہ چھوڑ دے۔“(46)

ایک دوسری حدیث میں ہے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:

”ایک آدمی دس دینار کے سبب اپنے مقروض کے پیچھے لگ گیا، اس نے کہا: اللہ کی قسم! آج میرے پاس کوئی چیز نہیں جو میں تجھے ادا کروں۔ قرض خواہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں تجھے نہیں چھوڑوں گا تاآنکہ قرض ادا کرے یا کوئی ضامن لائے جو تیری طرف سے (قرض) کی ذمہ داری وصول کرے۔ مقروض نے کہا: اللہ کی قسم! نہ تو میرے پاس ادا کرنے کے لیے کوئی چیز ہے اور نہ ہی کوئی ایسا آدمی جو میری ذمے داری اٹھائے۔ قرض خواہ اسے کھینچ کر رسول اللہؐ کے پاس لے آیا۔ مقروض نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! یہ مجھ سے قرض کا مطالبہ کرتا ہے۔ میں نے اس سے ایک مہینے کی مہلت مانگی ہے تاکہ اسے ادا کر دوں یا اسے کوئی ضامن دوں، لیکن اس نے انکار کر دیا ہے۔ پھر میں نے کہا: اللہ کی قسم! نہ میرے پاس ضامن ہے اور نہ ہی آج ادا کرنے کے لیے کچھ ہے رسول اللہ ﷺ نے قرض خواہ سے پوچھا؟ ”کیا تو اسے ایک مہینے کی مہلت دے سکتا ہے۔“ اس نے کہا: نہیں! فرمایا: ”میں تیری طرف سے ضمانت دیتا ہوں۔“ پس رسول اللہؐ نے ضمانت لے لی، آدمی گیا اور حسب وعدہ کچھ لے آیا، رسول اللہؐ نے پوچھا: ”یہ سونا کہاں سے لائے ہو؟“ اس نے جواب دیا، کان سے، فرمایا: ”چلا جا ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں خیر نہیں۔“ پھر رسول اللہؐ نے اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا۔(47)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے اختلاف کو ختم کرنے کے لیے ایسا انداز اپنایا جس سے دونوں آدمی راضی ہو گئے، پہلے قرض خواں سے کہا کہ وہ دوسرے کو وقت دے جب اس نے انکار کیا تو آپ نے اس پر زبردستی نہیں کی بلکہ اصلاح کی خاطر قرض کا ذمہ خود اٹھالیا اور یوں قرض کی وجہ سے پیدا ہونے والا نزاع ختم ہو گیا۔

3۔ تیسری صورت: قرض کی معافی کا مطالبہ کرنا:

مالی معاملات میں بوقت اختلاف صلح کی ایک صورت یہ ہے کہ مقروض آدمی قرض خواہ سے مطالبہ کرے کہ وہ یا تو سارا قرض اسے معاف کر دے یا کم از کم نصف، یعنی اس طرح کرنے سے بھی آدمی کے ذمے سے حقوق کا معاملہ صاف ہو سکتا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ:

”جس کے ذمے کسی کا حق ہو وہ اسے ادا کرے یا اس سے معاف کروائے۔“(48)

سیدنا جابر بن عبداللہ سے روایت ہے:

”احد کی لڑائی میں ان کے باپ شہید ہو گئے۔ (اور قرض چھوڑ گے) قرض خواہوں نے تقاضے میں بڑی شدت کی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس سلسلے میں گفتگو کی، آپؐ نے ان سے فرمایا: ”معاف کر دیں۔“ لیکن انہوں نے انکار کیا، پھر آپ نے میرا باغ انھیں نہیں دیا اور نہ ان کے لیے پھل تڑوائے بلکہ فرمایا: ”کل صبح میں تمہارے یہاں آؤں گا۔“ صبح کے وقت آپؐ تشریف لائے اور کھجور کے درختوں میں ٹہلتے رہے اور برکت کی دعا فرماتے رہے، پھر میں نے پھل توڑ کر قرض خواہوں کے سارے قرض ادا کر دیے اور میرے پاس کھجور بچ بھی گئی۔ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپؐ کو واقعہ کی اطلاع دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: تم سن رہے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہمیں تو پہلے سے معلوم ہے کہ آپ کے سچے رسول ہیں۔ قسم خدا! کی اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔“(49)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مالی معاملات میں اختلاف کے وقت جیسے قرض وغیرہ تمام یا نصف قرض کی معاف کا مطالبہ کیا ٹھیک ہے۔ اور اس میں سفارش بھی کی جا سکتی ہے اور قرض ہبہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

تیسری مبحث: مالی معاملات میں صلح کے اسلوب

دین اسلام کا سب سے بڑا مقصد اپنے ماننے والوں سے تکالیف کا خاتمہ ہے۔ حدیث نبوی ہے: ”کسی بھائی کو نقصان پہنچانا اور نقصان کے بدلے نقصان پہنچانا جائز نہیں جو کسی کو نقصان دے تو اللہ بھی اسے تکلیف دے اور جو کسی پر مشقت کرے تو اللہ بھی اس پر مشقت ڈالے۔(50)

مادی معاملات میں میں اگر دو آدمیوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اس کی تحلیل کے لیے دین اسلام نے کچھ صورتیں بیان کی ہیں جنھیں اختیار کرتے لوگوں کے باہمی اختلاف اور نزاع کو ختم کیا جا سکتا ہے وہ صورتیں درج ذیل ہیں:

ا۔ بیع: اگر مالی معاملات میں اختلاف ہو جائے تو اسے ختم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جس مال کی وجہ سے نزاع ہوا ہے اسے ایک آدمی فروخت کر دے اور دوسرا خرید لے، یوں معاملہ درست

ہو جائے گا۔

۲۔ھبہ: یہ بھی ازالہ اختلاف کی ایک صورت ہے۔

۳۔تبادلہ: یہ بھی اختلاف ختم کرنے کی ایک صورت ہے۔

سیدنا سمرہ بن جندب سے روایت ہے:

''ایک انصاری شخص کے بارے میں ان کے بھی کھجوروں کے کچھ درخت تھے اور اس انصاری شخص کے اہل و عیال بھی اس کے ساتھ ہو رہے تھے۔ راوی نے کہا: جب بھی سمرہؓ اپنے درختوں کے پاس جاتے تو اسے تکلیف پہنچتی اور وہ ان پر گزاں گزرتی۔ پس اس انصاری نے اس سے مطالعہ کیا وہ (سمرہ) ان درختوں کو ان کے ہاتھ فروخت کر دے لیکن انہوں (سمرہ) نے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ تبادلہ کر لیں (ان درختوں کے بدلے کسی اور جگہ سے درخت لے لیں) انہوں (سمرہ) نے اس سے بھی انکار کر دیا، پس وہ انصاری شخص نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کو سارا واقعہ سنایا تو نبی کریمؐ نے ان سے مطالبہ کیا، کہ وہ ان درختوں کو اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دیں، انہوں نے انکار کر دیا، آپ نے فرمایا: ''پھر تبادلہ کریں''، انہوں نے پھر انکار کیا، آپ نے فرمایا: ''اچھا پھر ایسے کرو کہ اسے ھبہ کر دو اور تمہارے لیے یہ اجر ہے''آپ نے اسے ترغیب دلائی لیکن انہوں نے پھر بھی انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا: ''تم تو تکلیف دہ ہو۔'' رسول اللہ نے انصاری سے فرمایا: جاؤ اور اس کے کھجور کے درخت کو اکھاڑ پھینکو۔''(51)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال معاملات میں اختلاف کرنے والوں کے لیے نبی کریمؐ نے بغرض صلح تین اسلوب پیش کیے۔

1۔ بیع 2۔ ھبہ 3۔ تبادلہ

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ اپنی امت کے درمیان، اختلاف و نزاع کی بجائے باہمی اتفاق و اتحاد کے خواہ تھے۔

چوتھی، مبحث: مالی معاملات میں صلح کے نمونے

1۔باپ اور اولاد کے درمیان صلح:

اسلام ملکیت انسانی کے احترام کا درس دیتا ہے کسی انسان کے لیے روا نہیں کہ وہ دوسرے کا حال ناجائز طریقے سے استعمال کرے۔ اگر کوئی آدمی ایسا قدم اٹھائے گا تو وہ ناجائز ہو گا۔ جائز طریقے سے کسی کے مال کو استعمال میں لانے کی ایک نوع یہ بھی ہے کہ والدین اولاد کے اموال کو اپنے مصرف میں لاتیں۔

یعنی اولاد کے اموال کر ذاتی ملکیت بنائے بغیر اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ اولاد درحقیقت والدین کی ہی کمائی ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہے، عمارہ بن عمیر کی پھوپھی نے سیدہ عائشہؓ سے پوچھا: میری گرد میں ایک یتیم ہے، کیا میں اس کے مال میں سے کھا سکتی ہوں، فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«ان اطیب ما اکل الرجل من کسبه وولده من کسبه»(52)

''جو کچھ آدمی کھاتا ہے اس میں سے پاکیزہ وہ ہے جو اس کی اپنی کمائی سے ہو اور آدمی یک اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔''

سیدنا جائز بن عبداللہ سے روایت ہے:

''ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بے شک میرے پاس مال بھی ہے اور اولاد بھی اور میرا باپ میرے مال کا ضرورت مند ہے۔ (میں کیا کروں؟) فرمایا: "انت ومالک رأبیک" تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''(53)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قبضہ کیے بغیر اولاد کے مال کو والدین کے لیے استعمال کرنا جائز ہے ایسا کرنے سے نزاع اور اختلاف پیدا نہیں ہو گا۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

"دلت هذه الاحادیث علی ان الرجل مشارک لولده فی ماله فیجوزله الأکل منه سواء اذن الولد ام لم یأذن ویجوز له ان یتصرف به کما بتصرف بماله، مالم یکن علی وجه الاسراف والسفه "(54)

''ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنی اولاد کے مال میں شریک ہوتا ہے اور اجازت لے یا نہ لے باپ کے لیے اس سے کھانا جائز ہے۔ اس کے لیے اپنے مال کی طرح اس میں تصرف کرنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ اسراف احمقانہ سلسلہ نہ ہو۔''

2۔وصیت کرنے والے اور اس کے ورثا کے درمیان صلح:

اگر وصیت کرنے والا دانستہ یا جان بوجھ کر وصیت میں ناانصافی کے پہلو کو اختیار کرئے تو اس سے طرفین میں فتنہ وفساد پیدا ہو جاتا ہے اس لیے شریعت مطہرہ نے ان لوگوں میں

صلح کی ترغیب دلائی ہے صلح کی صورت یہ ہے کہ ناجائز وصیت کو صحیح صورت میں تبدیل کر دیا جائے تاکہ باہمی نفرت اور نزاع کی بجائے الفت و محبت کی فضا قائم ہو جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[55]

"البتہ جس کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے نادانستہ یا قصداً حق تلفی کی ہے، اور پھر معاملے سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان وہ اصلاح کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے، اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

علامہ زمخشری فرماتے ہیں:

"فمن توقع و علم جنفاً وميلاً عن الحق بالخطأ فى الوصية اواثماً اومتعمداً للحيف فاصلح بينهم بين الموصى لهم وهم الوالدان والاقربين باجرائهم على طريق الشرح فلااثم عليه جينئذ لآن تبديله تبديل باطل الى حق"[56]

"پس جو آدمی محسوس کرے یا اسے علم ہو کہ وصیت میں جانب بوجھ کر یا غلطی سے ناحق سمت اختیار کی گئی ہے اور شرعی طریقہ کے مطابق ان کے درمیان صلح کروادے (جنہیں وصیت کی گئی ہے جیسے والدین اور قریبی رشتے دار) تو اس وقت اس پر کوئی گناہ نہیں، کیونکہ اس نے ناجائز چیز کو جائز میں تبدیل کیا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے بھی یہی بات ثابت ہے۔ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«يرد من صدقة الجانف فى حياته مايرد من وصية المجنف عند موته»[57]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظلم و زیادتی صدقہ میں ہو یا وصیت میں، اسلامی رو سے اسے جائز صورت میں تبدیل کرنا ضروری ہے تاکہ نزاع اور فساد کا دروازہ بند ہو سکے۔ سیدنا ابو ہریرہ نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی ستر سال تک اہل خیر کا سا عمل کرتا ہے؟ اور بوقت وصیت ظلم و زیادتی کرتے تو برے عمل پر اس کا خاتمہ ہو گا، اور وہ جہنم میں داخل ہو گا، اور آدمی ستر سال تک اہل شر کے کام کرتا ہے لیکن وصیت میں عدل و انصاف کے پہلو کو اپناتا ہے تو اس کا خاتمہ نیک عمل پر ہوا اور وہ جنت میں داخل ہو گا، سیدنا ابو ہریرہ نے فرمایا: اگر چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو۔

﴿وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾[58]

سیدنا عبداللہ بن عباس کا فرمان ہے: « الاضرار فى الوصية من الكبائر » "وصیت میں ناجائز صورت اختیار کرنا کبیرہ گناہ ہے۔"[59]

ان روایات سے معلوم ہوا کہ وصیت میں ناانصافی برتنا بہت بڑا فساد اور گناہ کبیرہ ہے اس لیے شریعت مطہرہ نے ترغیب دلائی ہے کہ ایسے موقع پر طرفین کے درمیان صلح کروادی جائے تاکہ اختلافات کا دروازہ بند ہو جائے اس معنی میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا یہ فرمان بھی لائق مطالعہ ہے۔

"ان الميت اذا اخطأ فى وصيته اوجار فيها متعمداً فلا حرج على من علم بذلک ان بغيره ويرده الى الصلاح بعد موته "[60]

اگر فوت شدہ آدمی وصیت میں غلطی کرے یا جان بوجھ کر زیادتی کرے تو جسے اس کیفیت کا علم ہو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ وفات کے بعد اسے تبدیل کر دے اور صلح کی طرف لوٹ دے۔

3۔ اختلاف کرنے والوں میں ترجیحی بنیادوں پر صلح کروانا:

یہ صورت اس حدیث نبوی سے معلوم ہوتی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ایک آدمی نے کسی سے زمین خریدی تو خریدار آدمی کو زمین میں سونے کا ایک گھڑا ملا، خریدار نے بائع سے کہا: اپنا سونا مجھ سے واپس لے لو، میں نے تجھ سے صرف زمین خریدی ہے۔ سونا نہیں لیا، بائع نے کہا: میں نے زمین اور اس میں موجود ہر چیز تجھے فروخت کر دی ہے۔ پس وہ دونوں ایک آدمی کے پاس فیصلے لے کر آئے، جس کے پاس فیصلے لے کر آئے اس نے کہا: کیا تمھاری اولاد ہے۔ ایک نے کہا: میرا بیٹا ہے اور دوسرے نے کہا: میرے پاس ایک بیٹی ہے۔ اس نے کہا: لڑکے کی لڑکی سے شادی کر لو اور ان دونوں پر اس مال کو خرچ کر دو اور صدقہ کر دو۔"[61]

یعنی ایک آدمی نے زمین فروخت کی اور دوسرے نے خریدی، اب خریدار کو اس زمین سے سونے کا ایک گھڑا ملا لیکن دونوں نے اسے وصول کرنے سے انکار کر دیا، ثالث نے اس بنیاد پر دونوں میں صلح کروادی کہ یہ بیٹی بیٹے کی شادی کے ان پر خرچ کر دیں۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"وهذ الرجل المحكم لم يحكم على احد منهما، وانما اصلح بينهما بآن ينفقا ذلک المال على انفسهما وعلى ولديهما ويتصدقا

وذلک ان هذا المال ضائع اذلم یدعه احد هولعلم لم یکن لهم بیت مال فظهر لهذا الرجل انهما احق بذلک المال من غیر هما من المستحقین لذهما وورمهما ولحسن صحالهما "(62)

”آدمی نے کسی ایک کے حق میں فیصلہ نہیں کیا بلکہ ان کے درمیان اس طرح کروادیا کرو، اس مال کو اپنے اور اپنی اولاد پر خرچ کریں اور صدقہ کردیں کیونکہ کوئی بھی آدمی اپنے لیے اسے نہیں رکے گا تو یہ مال ضائع ہو جائے گا، تو ان کے زھد وورع اور حسن کیفیت کو دیکھ کر فیصل آدمی نے محسوس کیا کہ یہ دونوں کی بنسبت اس مال کے زیادہ مستحق ہیں۔“

4۔ میاں، بیوی کے درمیان مالی اختلاف میں صلح:

دین اسلام نے انفرادی اور اجتماعی ملکیت کے احترام کا درس ہے اس پر ظلم وزیادتی کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ مسئلہ بھی اسی نوعیت سے تعلق رکھتا ہے کہ عورت کے مال اور اس کے حقوق کا احترام اور حفاظت کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام نے عورت کو آزادانہ طور پر مال وثروت کی ملکیت اور اس میں تصرف کا اختیار دیا ہے۔

اس سلسلے میں خاوند کے لیے روا نہیں کہ وہ عورت کے تصرفات میں کسی قسم کی دخل اندازی کرے اسی لیے تو شریعت مطہرہ نے عورت کو حق مہر دینے کا حکم جاری کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ؕ فَاِنۡ طِبۡنَ لَكُمۡ عَنۡ شَیۡءٍ مِّنۡهُ نَفۡسًا فَكُلُوۡهُ هَنِیۡٓـًٔا مَّرِیۡٓـًٔا﴾(63)

”اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو، البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصّہ تمہیں معاف کر دیں تو اسے تم مزے سے کھا سکتے ہو۔“

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عورت کے مال حقوق کا احترام کیا جائے اس پر کسی بھی قسم کی ظلم وزیادتی نہ کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۪ وَ ادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ﴾(64)

”اور اگر تمھیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے، یہ ہماری ہے یا نہیں، تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنالاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلالو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو، مدد لے لو، اگر تم سچے ہو تو یہ کام کرکے دکھاؤ۔“

یہاں جس صورت پر ہم بحث کر رہے ہیں وہ ہے میاں بیوی کے درمیان مالی معاملات میں اختلاف کے وقت صلح، یعنی اگر خاوند عورت کے مالی حقوق میں ظلم وزیادتی کا شکار ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے تو دین اسلام نے عورت کے حق مہر کو اس کی رضامندی کے بغیر لینے سے منع فرمایا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ؕ فَاِنۡ طِبۡنَ لَكُمۡ عَنۡ شَیۡءٍ مِّنۡهُ نَفۡسًا فَكُلُوۡهُ هَنِیۡٓـًٔا مَّرِیۡٓـًٔا﴾(65)

”اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو، البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصّہ تمہیں معاف کر دیں تو اسے تم مزے سے کھا سکتے ہو۔“

ان نصوص سے واضح ہوا کہ بیوی کے مال حقوق میں زیادتی کرے ناجائز ہے۔ اگر کہیں ایسا سلسلہ ہو اور اختلاف پیدا ہو جاتے تو، مردمال صلح کے پہلو کو اختیار کرنے، باہمی الفت و محبت پیدا ہو سکتی ہے۔

5۔ قرض خواہ اور اہل میراث کے درمیان صلح:

اگر کہیں اہل میراث اور قرض خواہوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو خاتمہ انزاع اور عداوت وبغض کے لیے حقوق قرض کو ادا کر دینا چاہیے، ایسے موقع پر صلح کا انداز ہو کہ قرض خواہوں کے تقاضے کے مطابق بغیر کسی ماپ تول کے چیز ادا کر دی جائے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: میرے والد محترم نے وفات پائی تو ان کے ذمے قرض تھا، میں نے اس کے قرض خواہوں کے سامنے یہ پیش کش کی تو وہ اس قرض کے بدلے کھجور لے لیں تاہم انہوں نے انکار کر دیا، ان کا خیال رکھا کہ اس طرح قرض ادا نہیں ہوگا۔ پس میں نبی کریمؐ کے پاس گیا اور یہ صورت حال آپؐ کے سامنے پیش کی، آپؐ نے فرمایا: ”جب پھل توڑ کر مربہ (وہ جگہ جہاں کھجور خشک کرتے تھے) میں جمع کر دو، (تو مجھے خبر دو)“ چنانچہ میں نے آپ کو بتایا آپ تشریف لائے ساتھ میں سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ بھی تھے۔ آپؐ وہاں کھجور کے ڈھیر پر بیٹھے، اور اس میں برکت کی دعا فرمائی، پھر فرمایا کہ اپنے قرض خواہوں کو بلالاؤ اور ان کا قرض ادا کر دے پس کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جس کا میرے باپ پر قرض رہا اور میں نے اسے ادا نہ کر دیا ہو، پھر بھی تیرہ وسق کھجور باقی بچ گئی، سات وسق عجوہ میں سے اور چھ وسق لوں میں سے یا چھ وسق عجوۃ میں سے اور سات وسق لوں۔ میں بعد میں رسول اللہ ﷺ سے مغرب کے وقت جا کر ملا اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے اور فرمایا: ”سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر فاروق کے پاس جا کر انھیں بھی یہ واقعہ بتادو“ پس میں نے انھیں بتایا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ کو جو کرنا تھا آپ نے وہ کیا، ہمیں جب بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔(66)

امام بخاری اس حدیث پر ان الفاظ میں بات قائم کیا ہے۔"باب الصلح بین العزماء واصحاب المیراث والمجازفة فی ذلک"

قرض خواہوں اور اہل میراث کے درمیان صلح اس میں ناعاقبت اندیش کا بیان، اس تمام تفصیل کا معنی یہ ہے کہ اگر ایک آدمی فوت ہو جائے اور اس کے ذمے قرض ہو، بعد ازوفات

اس کے ورثاءاور قرض خواہوں میں اختلاف ہو جائے تو اس موقع پر جانبین کے درمیان صلح کی صورت پیدا کی جائے جو مذکورہ بالا حدیث میں یہ بیان ہوتی ہے کہ بغیر کی ماپ تول کے اہل تقاضا کے مطابق قرض ادا کیا جائے۔

تاکہ مزید اختلاف اور شدت نہ بڑھے۔

6۔ تخارج کے ذریعے ورثا کے درمیان صلح:

ورثاء کے درمیان صلح ایک طریقہ تخارج بھی ہے۔

تخارج کی شرعی تعریف:

"هوان يتصالح الورثة على اخراج بعضهم من الميراث بشئ معلوم"

''تخارج کا مطلب ہے ورثاء اس بات پر صلح کرلیں ان میں سے کوئی مال وراثت میں سے کچھ کو معلوم چیز کے عوض فروخت کر سکتا ہے۔''

صلح کی اس صورت کی توضیح شریعت میں موجود ہے۔ عمرو بن دینار کا بیان ہے۔

"ان امراة عبدالرحمن بن عوف اخرجها اهله من ثلث الثمن بثلاثة وثمانين الف درهم"(67)

''عبدالرحمن بن عوف کے گھر والوں نے اس کی بیوی کو ایک ہزار تراسی درہم کے آٹھویں حصے کا تیسرا حصہ فروخت کردیا۔''

اس اثر پر امام عبدالرزاق صنعانی نے ان الفاظ میں باب قائم کیا ہے۔"باب المراة تصالح على ثمنها"

اس بات کا بیان کہ عورت اپنے آٹھویں حصے پر صلح کرسکتی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ورثاء میں بوقت اختلاف صلح کے لیے تخارج کی صورت اختیار کرنا جائز اور مشروع ہے۔

1۔ پڑوسیوں کے درمیان صلح:

پڑوسیوں کے درمیان صلح کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی ملکیت سے فائدہ حاصل کرسکتے ہیں، حدیث نبوی ﷺ ہے:"فلايحل مال امرئ مسلم الابطيبة من نفسه"''کسی بھی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔''

اس لیے کسی کے مال پر ظلم وزیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔ہاں کسی کی انفرادی ملکیت ہو تو باہمی رضامندی کے ساتھ اس سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

جیسے ایک ہمسایہ دوسرے ہمسائے کی جائیداد، اشیاء سے فائدہ اٹھاسکتا ہے۔ سنت مطہرہ نے اس کے دو قواعد بیان کیے ہیں:

۱۔مالک سے اس کی چیز سے فائدہ کرنے کے لیے اجازت لینا۔

۲۔ایک دوسرے کی اشیاء سے فائدہ باہمی رضامندی سے ہو، کسی ایک کو تکلیف نہ دی جائے۔

سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کوئی ہمسایہ اپنے پڑوسی کو دیوار میں لکڑی گاڑنے سے نہ روکے پھر سیدنا ابوہریرہ نے فرمایا: مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں اس (فرمان رسول ﷺ) سے اعراض کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، بقسم خدا! میں ضرور بالضرور اسے تمہارے کندھوں کے درمیان ٹھونسوں گا۔''(68)

اس حدیث کی تفسیر میں علماء کرام کے درمیان اختلاف ہے کہ اس حکم کو وجوب پر محمول کیا جائے گا یا استحباب پر، صحیح بات یہ ہے کہ یہ استحبابی حکم ہے۔

علامہ مازری فرماتے ہیں:

"فالمشهور عند نا انه على المندوب"(69)

ہمارے نزدیک مشہور یہی ہے کہ یہ استحبابی حکم ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں:"هو محمول على الندب"حدیث استحباب پر محمول ہے۔(70)

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں:

"وانمانرى ان ذلک کان من رسول الله على الوصاة بالجار واكثر علماء السلف ان ذلک على الندب"(71)

''ہماری اور اکثر علماء سلف کی رائے ہے کہ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا رسول اللہ ﷺ کا حکم استحباب پر محمول ہے۔''

پانچویں مبحث: حصول فوائد میں لوگوں کے درمیان صلح

اس مبحث میں عام منافع میں لوگوں کے درمیان صلح کے متعلق بحث ہوگی۔

اسے فوائد کو حاصل کرنا جو تمام مسلمانوں کا اجتماعی حق ہیں۔ یعنی ایسے فوائد جو اجتماعیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ ایک کو حق ہے کہ ان کو استعمال کر سکتا ہے مثال کے طور پر بڑی بڑی سڑکیں ہیں وغیرہ وغیرہ، لیکن ان چیزوں سے فوائد حاصل کرنے کا طریقہ شرعی ہونا چاہیے۔ کسی دوسرے کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے۔

سنت نبویہ نے صلح کی اس قسم کو بھی بیان کیا ہے تاکہ معاشرے سے فساد کی جگہ باہمی الفت وپیار کی فضا قائم ہو جائے۔

سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اذا اختلفتم فی الطریق جعل عرضه سبع اذرع»[72]

"جب کسی راستہ کے بارے تم اختلاف کرو تو اس کی چوڑائی سات ہاتھ کر دی جائے۔"

اس حدیث میں مسلمانوں کے عمومی فوائد میں اختلاف کا حل بتایا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"مراد الحدیث ان اهل الطریق اذا تراضوا علی شئ کان لهم ذلک واذا اختلفو اجعل سبعة اذرع وکذلک الارض التی نزاع مثلاً اذا جعل اصحابها فیها طریقاً کان باختیار هم"[73]

"حدیث کا مطلب ہے، راستہ والے اگر کسی راستے پر باہم راضی ہوں تو وہ ان کے لیے ہے اگر اختلاف کریں تو سات ہاتھ تک اسے وسیع کر دیا جائے اسی طرح مثال کے طور پر زرعی زمین ہے، اگر اس کے مالک اس میں کوئی راستہ بنانا چاہیں تو انھیں اختیار ہے۔"

علامہ نووی نے راستوں کی تین اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ ایسا چھوٹا راستہ جسے آدمی گزرنے والوں کے لیے اپنی ذاتی زمین میں بنائے اس راستے کی تحدید میں بنانے والے کو اختیار ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ راستہ کشادہ ہی ہو تاکہ گزرنے والوں کو تنگی نہ ہو، حدیث میں اس صورت کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

۲۔ اگر راستہ کسی قوم کی زمین میں ہو اور وہ اس راستے کی تحدید کرنے چاہئیں، اگر تو کسی بات پر اتفاق کریں تو ٹھیک ہے وگرنہ اختلاف کی صورت میں سات ہاتھ تنگ راستے کشادہ کر دیں یہ اس حدیث سے مراد ہے۔

۳۔ ایسا راستہ جو سات ہاتھ سے زیادہ ہو، تو اس کے کسی حصہ پر قابض ہونا جائز نہیں ہے۔ یہاں تین باتوں سے اس کی اصلاح کرنا تاکہ گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو یہ ٹھیک ہے۔[74]

چھٹی مبحث: مالی معاملات میں صلح کے مقاصد

1۔ معاملات میں آسانی:

مالی معاملات میں اختلاف کے وقت صلح اور بہتری کے پہلو کو اختیار کرنے کا مقصد انسان معاملات میں آسانی پیدا کرنا، یعنی تشدد، سختی اور نزاع ختم ہو جائے اور اس کی جگہ لوگوں میں باہمی محبت والفت کی فضا قائم ہو۔

سیدنا جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى»[75]

"اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے خریدتے اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لے۔"

امام بخاری نے اس حدیث پر ان الفاظ میں باب باندھا ہے۔"بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالبَيْعِ، وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ"یعنی خرید وفروخت کے وقت نرمی، وسعت، فیاضی اور کسی سے اپنا حق پاکیزگی سے مانگنے کا بیان۔ سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ان الله یحب سمع البیع سمح الشراء، سمع القضاء»[76]

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ خرید وفروخت اور فیصلہ کرتے وقت فرضی اور آسانی کو پسند فرماتا ہے۔

سیدنا جابر نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک آدمی کو جنت میں داخل کر دیا وہ جب خرید وفروخت اور تقاضا کرتا تو آسانی واختیار کرنا۔"[77]

سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے:

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور سخت سست کہا، صحابہ کرام نے اس کو سزا دینی چاہی، تو آپؐ نے فرمایا: "اسے کہنے دو، صاحب حق کے لیے کہنے کا حق ہوتا ہے اور اسے ایک اونٹ خرید کر دے دو" لوگوں نے عرض کیا: اس کے اونٹ سے (جو اس نے آپ ﷺ کو قرض دیا تھا) اچھی عمر ہی کا اونٹ مل رہا ہے، آپؐ نے فرمایا: "وہی خرید کے اسے دے دو، کیونکہ تم میں اچھا وہی ہے، جو قرض ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔"(78)

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من طلب حقا فليطلبه فى عفاف واف اور غير واف»(79)

"جو آدمی اپنے حق کا مطالبہ کرے اسے چاہیے کہ (آسانی و نرمی) سے طلب کرتے خواہ پورا ملے یا ادھورا۔"

ان نصوص سے یہ بات واضح ہوئی کہ مالی معاملات میں اختلاف کے وقت صلح کے پہلو کو اختیار کرنے کا مقصد معاشرے میں سختی انزاع کی بجائے آسانی اور نرمی کو رواج دیتا ہے۔

2۔ تنگدست پر خرچ کرنا:

مال معاملات میں صلح کا ایک مقصد تنگدست پر خرچ کرنا بھی ہے۔ دین اسلام نے اس امر کی ترغیب بھی دلائی ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَآىِٕدَ وَ لَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا﴾(80)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا پرستی کی نشانیوں کو بے حرمت نہ کرو..... نہ حرام مہینوں میں سے کسی کو حلال کر لو، نہ قربانی کے جانوروں پر دست درازی کرو، نہ ان جانوروں پر ہاتھ ڈالو جن کی گردنوں میں نذر خداوندی کی علامت کے طور پر پٹے پڑے ہوئے ہوں، نہ ان لوگوں کو چھیڑو جو اپنے رب کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں مکان محترم (کعبہ) کی طرف جا رہے ہوں۔"

سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ومن يسر على المعسر يسرالله عليه فى الدنيا والاخره»(81)

"اور جو آدمی تنگدست پر آسانی کرئے تو اللہ رب العزت دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی کرے گا۔"

سیدنا ابوسعید خدری سے روایت ہے:

"رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے میوہ درخت پر خریدا اور اس پر قرض بہت ہو گیا (پھل کے ضائع ہو جانے یا کسی اور سبب سے) تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس کو صدقہ دو، لوگوں نے اسے صدقہ دیا، تب بھی اس کا قرض پورا نہیں ہوا" آخر جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا: "پس اب جو مل گیا سو لے لو اب کچھ نہیں ملے گا۔"(82)

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾(83)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کسی مقرّر مدت کے لیے تم آپس میں لین دین کرو، تو اسے لکھ لیا کرو۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ﴾(84)

"یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں۔"

3۔ حرام معاملات سے اجتناب:

مالی معاملات میں صلح کا ایک مقصد حرام معاملات سے پرہیز کرنا بھی ہے اس لیے دین اسلام نے تجارت اور لین دین میں ایسے معاملات کو حرام قرار دیا ہے جن سے مسلمانوں کے قلوب واذھان کو ذلک پہنچتی ہو، ان کا خلاصہ یہ ہے۔

ایسے مالی معاملات جن سے اسلامی معاشرے کے محبت و پیار کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ان میں یہ بھی ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ یعنی ایک آدمی نے کسی سے سودا کیا ہے، دوسرا آدمی اس سے جا کر کہے کہ میں تجھے اس سے زیادہ قیمت دیتا ہوں، لہٰذا اس کے بجائے تو مجھے یہ چیز فروخت کر دے ایسا رویہ اسلامی معاشرے میں فتنہ وفساد کے پھیلاؤ

کا سبب بڑا سبب ہے جس سے دین اسلام نے منع کیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لابیع الرجل علی بیع اخیه»[85]

"آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔"

4۔ تجارت میں دھوکا دینا:

خرید و فروخت میں کسی مسلمان کو دھوکا دینا حرام ہے خواہ بائع کی طرف سے ہو یا مشتری کی طرف سے، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نھی النبیﷺ عن النجش نبی کریم ﷺ نے دھوکہ دہی سے منع فرمایا ہے۔[86]

علامہ ابن بطال کا بیان ہے:

"اجمع العلماء علی ان الناجش عاص بفعله"[87]

"علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ دھوکا دینے والا واقعی نافرمان ہے۔"

فرمان نبوی ﷺ ہے: و لاتنا جشوا ایک دوسرے کو دھوکا نہ دو۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«من غشنا فلیس منا»[88]

"جس نے ملاوٹ کی دھوکا دہی کی۔"

5۔ کسی چیز کے عیب کو چھپانا:

سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص دودھ روکی ہوئی بکری خرید لے، اس کو تین روز تک اختیار ہے، چاہے اس کو رکھ لے یا واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور کا بھی دے۔"[89]

بعض حضرات جانور کے تھنوں میں دودھ روکے رکھتے ہیں تاکہ مشتری کو معلوم ہو تو یہ جانور زیادہ دودھ دیتا ہے جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا یعنی اپنے جانور کی اصل حقیقت اور عیب کو چھپاتا ہے یہ دھوکا ہے جو کہ حرام ہے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لاتشتروا السمک فی الماء فانه غرر»[90]

"پانی میں مچھلی کو نہ خریدو یہ دھوکا ہے۔"

سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"کنکری اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔"[91]

ان تمام نصوص سے ظاہر ہوا کہ مالی معاملات میں صلح کا قصہ حرام معاملات سے اجتناب اور پرہیز کرنا، اس سے ایک تو اختلاف کا خاتمہ ہوتا ہے دوسرے لوگوں میں باہمی قربت آہنگی پیدا ہوتی ہے۔

حواشی و حوالہ جات (References)

(1) النساء 128:4

(2) الحجرات 10:49

(3) نووی، شرف یحیی بن شرف، تحریر الفاظ التنبیہ، دار القلم، دمشق، 1408ھ، ص: 201

(4) الانفال 61:8

(5) ابن ہمام، کمال الدین، فتح القدیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ، 7، 28

(6) دردیر، احمد، ابوالبرکات، الشرح الصغیر، دار صادر، بیروت، 1989ء، 3، 405

(7) شرح روض الطالب من أسنی المطالب، المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبھا الحاج، ریاض الشیخ، مصر، 1313ھ، 2، 214

(8) ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، مقدسی، المغنی، ھجر للطباعۃ والنشر، القاہرہ، 1409ھ، 7، 5
(9) ابن الاثیر، المبارک بن جزری، ابوالسعادات، النھایہ فی غریب الحدیث والاثر، مکتبہ العملیہ، بیروت
(10) سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، امام، الاشباہ والنظائر فی قواعد وفروع فقہ الشافعیۃ، دارالبیان العربی، قاہرہ، ص:194
(11) عسقلانی، احمد بن علی، ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دارالمعرفہ، بیروت، 1379ھ کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منیٰ
(12) مسلم بن حجاج، امام، ابوالحسن، صحیح مسلم، دارالسلام، ریاض، 2004ء، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ وعرضہ، رقم الحدیث:2564
(13) دار قطنی، علی بن عمر بن احمد، سنن دار قطنی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، 2004ء، 3، 261
(14) النساء4:5
(15) البقرۃ2:188
(16) قرطبیؒ، محمد بن احمد، ابوعبداللہ، مالکی، الجامع لأحکام القرآن، دارالکتب المصریہ، القاہرہ، 5، 150
(17) البقرۃ2:29
(18) النور24:33
(19) الحدید57:7
(20) البقرۃ2:167
(21) البقرۃ2:166
(22) اللیل92:5
(23) التغابن64:15
(24) المنافقون63:9
(25) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، ایم ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، س، ن، کتاب صفۃ القیامۃ، باب القیامۃ، 4، 612
(26) الفجر89:20
(27) العادیات100:8
(28) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من قصد أخذ مال غیرہ بغیر حق کان القاصد....، رقم الحدیث:140
(29) النساء4:128
(30) البقرۃ2:280
(31) الجامع لاحکام القرآن قرطبیؒ، 3، 374
(32) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل انظار المعسر، رقم الحدیث:1563
(33) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، رقم الحدیث:2699
(34) شرح مسلم، للنووی، 17، 21
(35) سنن ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی انتظار المعسر والرفق بہ، 3، 590
(36) ابن العربی، محمد بن عبداللہ، ابوبکر، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1995ء، 1، 43
(37) صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب فضل انظار المعسر، 3، 49
(38) صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب من انظر معسراً، رقم الحدیث:2078
(39) سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی انظار المعسر والرفق بہ، رقم الحدیث:1306
(40) انظر، ص:34
(41) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب التقاضی والملازمۃ فی المسجد، رقم الحدیث:457

(42) عظیم آبادی، شمس الحق، ابوالطیب، عون المعبود، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 9،374

(43) شرح صحیح البخاری، 8،98

(44) عون المعبود، 9،374

(45) فتح الباری، 5،651

(46) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل انظار المعسر، رقم الحدیث: 1563

(47) نیساپوری، محمد بن عبداللہ، ابو عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1990ء، 2،34

(48) صحیح البخاری، کتاب الھبۃ و فضلھا والتحریض علیھا، باب اذا وھب دیناً علی رجل، رقم الحدیث: 2601

(49) صحیح البخاری، کتاب الھبۃ و فضلھا، باب اذا وھب دینا علی رجل، رقم الحدیث: 2601

(50) سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب الخیانۃ والغش، رقم الحدیث: 1940

(51) ابوداؤد، سلمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، دار الفکر، بیروت لبنان، 1994ء، کتاب الاقضیہ، باب من القضاء، رقم الحدیث: 3636

(52) سنن ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجل یاکل من مال ولدہ، رقم الحدیث: 3528

(53) کتاب ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجل یأکل من مال ولدہ، رقم الحدیث: 3530

(54) شوکانی، محمد بن علی بن محمد، نیل الاوطار من منتقی الاخبار من احادیث سید الاخبار، مکتبہ دار التراث، قاہرہ، 6،12

(55) البقرۃ 2:182

(56) زمخشری، محمود بن عمر، علامہ، تفسیر الکشاف، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1417ھ، 1،334

(57) رازی، عبدالرحمان بن محمد، حافظ، ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ، 1997ء، 1،303

(58) النساء 4:13

(59) ابن منصور، سعید بن منصور، خراسانی، سنن سعید، کتاب التفسیر، باب سورۃ البقرۃ، دار الصمیعی للنشر والتوزیع، 1993ء، 2،674

(60) رازی، محمد بن ضیاء الدین، فخر الدین، التفسیر الکبیر، دار احیاء التراث، بیروت، 1415ھ، 5،73

(61) صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب الغار، رقم الحدیث: 3472؛ صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ، باب استحباب اصلاح الحاکم بین المتخاصمین، رقم الحدیث: 1721

(62) قرطبیؒ، احمد بن عمر بن ابراہیم، المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت، 1991ء، 5،179

(63) النساء 4:4

(64) البقرۃ 2:23

(65) النساء 4:4

(66) صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب الصلح بین الغرماء واصحاب المیراث، رقم الحدیث: 2709

(67) صنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، ابو بکر، مصنف عبدالرزاق، المکتب الاسلامی، 1970ء، کتاب البیوع، باب المراۃ تصالح علی ثمنھا، 8،289

(68) صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب لا یمنع جار جارہ یغرز خشبۃ فی جدارہ، رقم الحدیث: 2463؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب غرز الخشب، رقم الحدیث: 1609

(69) مازری، محمد بن علی بن عمر، امام، المعلم بفوائد المسلم، دار الغرب الاسلامی، بیروت، لبنان، 1992ء، 5،317

(70) ابن العربی، محمد بن عبداللہ، قاضی، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1995ء، 6،105

(71) عینی، محمود بن احمد، بدر الدین، عمدۃ القاری، ادارہ الطباعۃ المنیریہ، مصر، 1348ھ، 13،10

(72) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب قدر الطریق اذا اختلفوا فیہ، رقم الحدیث: 1613

(73) فتح الباری، 5،412

(74) صحیح مسلم بشرح النووی، 11،51

(75) صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب السھولۃ والسماحۃ فی الشراء والبیع ومن طلب حقا فلیطلبہ فی عفاف رقم: 2076

(76) سنن ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی استقراض البعیر اوالشیٔ من الحیوان اوالسن، رقم الحدیث:1319، وقال ھذا حدیث غریب

(77) نسائی، احمد بن شعیب، ابو عبدالرحمٰن، سنن کبری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1991ء، البیوع، باب حسن المعاملہ والرفق فی المطالبۃ

(78) صحیح البخاری، کتاب الاستقراض، باب استقراض الابل، رقم الحدیث:2390

(79) ابن ماجہ، محمد بن یزید بن ماجہ، ابو عبداللہ، سنن ابن ماجہ، دارالسلام، لاہور، 1428ھ، کتاب الصدقات، باب حسن المطالبۃ، رقم الحدیث:2421

(80) المائدۃ2:5

(81) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، رقم الحدیث:2699

(82) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب استحباب الوضع من الدین، رقم الحدیث:3981

(83) البقرۃ282:2

(84) التوبہ60:9

(85) صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیہ، رقم الحدیث:1412

(86) صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب النجش مسلم، البیوع، باب تحریم ربیع الرجل علی بیع اخیہ وسومہ، رقم الحدیث:1516

(87) شرح صحیح البخاری، لابن بطال، 6،270

(88) طبرانی، سلیمان بن احمد، ابوالقاسم، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، 10،169، رقم:10234

(89) صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب بیع المقراۃ، رقم الحدیث:3831

(90) ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، عالم الکتب، بیروت، 2011ء، 1،388

(91) صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع الحصاۃ والبیع الذی فیہ ضرر

REFERENCES (ENGLISH)

1. Al-Nisā' 4:128

2. Al-Ḥujurāt 49:10

3. Nawawī, Sharaf Yaḥyá ibn Sharaf, Taḥrīr al-Fawād al-Tanbīyah, Dār al-Qalam, Damascus, 1408 AH, p. 201

4. Al-Anfāl 8:61

5. Ibn Ḥamām, Kamāl al-Dīn, Fatḥ al-Qadīr, Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, Beirut, 1415 AH, vol. 7, p. 28

6. Dardīr, Aḥmad, Abū al-Barakāt, Al-Sharḥ al-Ṣaghīr, Dār Ṣādir, Beirut, 1989 CE, vol. 3, p. 405

7. Sharḥ Rawḍ al-Ṭālib min Asnā al-Maṭālib, Al-Maktabah al-Islāmiyyah, Riyadh, Egypt, 1313 AH, vol. 2, p. 214

8. Ibn Qudāmah, 'Abdullāh bin Aḥmad, Muqaddasī, Al-Mughnī, Hajr Lil Ṭibāh wa al-Nashr, Cairo, 1409 AH, vol. 7, p. 5

9. Ibn al-Athīr, Al-Mubārak bin Jazrī, Abū al-Sa'ādāt, Al-Nihāyah fī Ghareeb al-Ḥadīth wa al-Athar, Maktabah al-Amaliyyah, Beirut

10. Suyūṭī, 'Abd al-Raḥmān bin Abī Bakr, Imam, Al-Ishbā wa al-Nazā'ir fī Qawā'id wa Furū' Fiqh al-Shāfi'iyyah, Dār al-Bayān al-'Arabī, Cairo, p. 194

11. 'Asqalānī, Aḥmad bin 'Alī, Ibn Ḥajar, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Dār al-Ma'rifah, Beirut, 1379 AH, Kitāb al-Ḥajj, Bāb al-Khuṭbah Ayyām Minā

12. Muslim bin Ḥajjāj, Imam, Abū al-Ḥasan, Ṣaḥīḥ Muslim, Dār al-Salām, Riyadh, 2004 CE, Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah, Bāb Taḥrīm Ẓulm al-Muslim wa Khizlah wa Iḥtiqāruh wa Damuh wa Ardih, Raqm al-Ḥadīth: 2564
13. Dār Qutnī, ‘Alī bin ‘Umar bin Aḥmad, Sunan Dār Qutnī, Mu'assasat al-Risālah, Beirut, Lebanon, 2004 CE, vol. 3, p. 261
14. Al-Nisā' 4:5
15. Al-Baqarah 2:188
16. Qurṭubī, Muḥammad bin Aḥmad, Abū ‘Abdillāh, Maliki, Al-Jāmi‘ li Aḥkām al-Qur'ān, Dār al-Kutub al-Miṣriyyah, Cairo, vol. 5, p. 150
17. Al-Baqarah 2:29
18. An-Nūr 24:33
19. Al-Ḥadīd 57:7
20. Al-Baqarah 2:167
21. Al-Baqarah 2:166
22. Al-Layl 92:5
23. At-Taghābun 64:15
24. Al-Munāfiqūn 63:9
25. Tirmidhī, Abū ‘Īsā Muḥammad bin ‘Īsā, Jāmi‘ at-Tirmidhī, Imām ‘Īsa Īnd Kampanī, Karājī, s.n., Kitāb Ṣafḥ al-Qiyāmah, Bāb al-Qiyāmah, vol. 4, p. 612
26. Al-Fajr 89:20
27. Al-‘Ādiyāt 100:8
28. Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Īmān, Bāb al-Dalīl ‘Alá Ann Man Qaṣada Akhdh Māl Ghayrih bi Ghayri Ḥaqq Kān al-Qāṣid ..., Raqm al-Ḥadīth: 140
29. An-Nisā' 4:128
30. Al-Baqarah 2:280
31. Al-Jāmi‘ li Aḥkām al-Qur'ān by Qurṭubī, vol. 3, p. 374
32. Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Musāqah, Bāb Faḍl Anẓār al-Mu‘assir, Raqm al-Ḥadīth: 1563
33. Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Dhikr wa al-Du'ā, Bāb Faḍl al-Ijtima' 'Alā Tilāwat al-Qur'ān, Raqm al-Ḥadīth: 2699
34. Sharḥ Muslim by al-Nawawī, vol. 17, p. 21
35. Sunan Tirmidhī, Kitāb al-Buyū‘, Bāb Mā Jā'a fī Intiẓār al-Mu‘assir wa al-Riqq bih, vol. 3, p. 590
36. Ibn al-‘Arabī, Muḥammad bin ‘Abdullāh, Abū Bakr, ‘Āridat al-Aḥwadhī bi Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Tirmidhī, Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, Beirut, Lebanon, 1995 CE, vol. 1, p. 43
37. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Musāqah, Bāb Faḍl Anẓār al-Mu‘assir, vol. 3, p. 49
38. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Buyū‘, Bāb Man Anẓar Mu‘assiran, Raqm al-Ḥadīth: 2078
39. Sunan at-Tirmidhī, Kitāb al-Buyū‘, Bāb Mā Jā’a fī Anẓār al-Mu‘assir wa al-Rifq bih, Raqm al-Ḥadīth: 1306

40. See, p. 34
41. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Ṣalāh, Bāb al-Taqāḍī wal-Mulāzamah fī al-Masjid, Raqm al-Ḥadīth: 457
42. Aḍīm Ābādī, Shams al-Ḥaqq, Abū al-Ṭayyib, ‘Awn al-Ma‘būd, Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, Bayrūt, Lubnān, 9/374
43. Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, 8/98
44. ‘Awn al-Ma‘būd, 9/374
45. Fatḥ al-Bārī, 5/651
46. Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Muṣāqāh, Bāb Faḍl Anẓār al-Mu‘assir, Raqm al-Ḥadīth: 1563
47. Nīsāpūrī, Muḥammad bin ‘Abdullāh, Abū ‘Abdullāh, Al-Mustadrak ‘alā al-Ṣaḥīḥayn, Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, Bayrūt, Lubnān, 1990 AD, 2/34
48. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Hibah wa Fadlihā wa al-Tahdīd ‘alayhā, Bāb Idhā Wahab Dīnan ‘alā Rajul, Raqm al-Ḥadīth: 2601
49. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Hibah wa Fadlihā, Bāb Idhā Wahhab Dīnan ‘alā Rajul, Raqm al-Ḥadīth: 2601
50. Sunan al-Tirmidhī, Kitāb al-Buyū‘, Bāb al-Ḥayānah wa al-Ghush, Raqm al-Ḥadīth: 1940
51. Abū Dāwūd, Sulaymān bin Ash‘ath, Sunan Abī Dāwūd, Dār al-Fikr, Bayrūt, Lubnān, 1994 AD, Kitāb al-Aqdiyah, Bāb Min al-Qaḍā’, Raqm al-Ḥadīth: 3636
52. Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Buyū‘, Bāb Fī al-Rajul Yakul Min Māl Waladih, Raqm al-Ḥadīth: 3528
53. Kitāb Abī Dāwūd, Kitāb al-Buyū‘, Bāb Fī al-Rajul Ya’kul Min Māl Waladih, Raqm al-Ḥadīth: 3530
54. Shawkānī, Muḥammad bin ‘Alī bin Muḥammad, Nīl al-Awṭār min Muntiq al-Akhbār min Aḥādīth Sayyid al-Akhbār, Maktabah Dār al-Turāth, Qāhirah, 6/12
55. Al-Baqarah 2:182
56. Zamakhsharī, Maḥmūd bin ‘Umar, ‘Allāmah, Tafsīr al-Kashshāf, Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, Bayrūt, 1417 AH, 1/334
57. Rāzī, ‘Abd al-Raḥmān bin Muḥammad, Ḥāfiẓ, Abī Ḥātim, Tafsīr al-Qur’ān al-‘Aẓīm, Maktabah Nazār Muṣṭafá al-Bāz, Makkah al-Mukarramah, 1997 AD, 1/303
58. Al-Nisā' 4:13
59. Ibn Manṣūr, Sa‘īd bin Manṣūr, Khurāsānī, Sunan Sa‘īd, Kitāb al-Tafsīr, Bāb Sūrat al-Baqarah, Dār al-Ṣamī‘ī lil-Nashr wal-Tawzī‘, 1993 AD, 2/674
60. Rāzī, Muḥammad bin Ziyā’ al-Dīn, Fakhr al-Dīn, Al-Tafsīr al-Kabīr, Dār Iḥyā’ al-Turāth, Bayrūt, 1415 AH, 5/73
61. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Anbiyā', Bāb al-Ghār, Raqm al-Ḥadīth: 3472; Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Aqḍiyah, Bāb Istiḥbāb Islāḥ al-Ḥākim Bayna al-Mutakhāsimīn, Raqm al-Ḥadīth: 1721
62. Qurṭubī, Aḥmad ibn ʿUmar ibn Ibrāhīm, Al-Mufhim limā Ashkala min Takhṣīṣ Kitāb Muslim, Dār Ibn Kathīr, Dimashq, Bayrūt, 1991 CE, 5:179

63. An-Nisā' 4:4

64. Al-Baqarah 2:23

65. An-Nisā' 4:4

66. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Ṣulḥ, Bāb al-Ṣulḥ Bayna al-Ghurmā' wa Aṣḥāb al-Mīrāth, Raqm al-Ḥadīth: 2709

67. Ṣan'ānī, ʿAbd ar-Razzāq ibn Ḥamām, Abū Bakr, Musannaf ʿAbd ar-Razzāq, Al-Maktab al-Islāmī, 1970 CE, Kitāb al-Buyū', Bāb al-Murā'ah Taṣālaḥ ʿalā Thamnihā, 8:289

68. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Muẓālim, Bāb Lā Yumanīʿ Jār Jārihi Yaghraz Khushbatan Fī Jadārih, Raqm al-Ḥadīth: 2463; Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Masāqah, Bāb Ghurz al-Ḥanshub, Raqm al-Ḥadīth: 1609

69. Māzirī, Muḥammad ibn ʿAlī ibn ʿUmar, Imām, Al-Muʿallim bifawā'id al-Muslim, Dār al-Gharb al-Islāmī, Bayrūt, Lubnān, 1992 CE, 5:317

70. Ibn al-ʿArabī, Muḥammad ibn ʿAbdullāh, Qāḍī, ʿArūḍat al-Aḥwadhī bi Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Tirmidhī, Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʿArabī, Bayrūt, Lubnān, 1995 CE, 6:105

71. ʿAynī, Maḥmūd ibn Aḥmad, Badr al-Dīn, ʿUmdat al-Qārī, Idārat al-Ṭibāʿah al-Munīrīyah, Miṣr, 1348 AH, 13:10

72. Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Masāqah, Bāb Qadr al-Ṭarīq idhā Ikhtalafū Fīh, Raqm al-Ḥadīth: 1613

73. Fatḥ al-Bārī, 5:412

74. Ṣaḥīḥ Muslim bi Sharḥ al-Nawawī, 11:51

75. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Buyū', Bāb al-Sahūlah wa al-Samāḥah fī al-Shirā' wa al-Bayʿ wa Man Ṭalaba Ḥaqqan Fal-Yaṭalabah Fī ʿAfāf, Raqm: 2076

76. Sunan al-Tirmidhī, Kitāb al-Buyū', Bāb Mā Jā'a fī Istiqrāḍ al-Baʿīr aw al-Shay' min al-Ḥayawān aw al-Sinn, Raqm al-Ḥadīth: 1319, Wa Qāla Hādhā Ḥadīth Ghareeb

77. Nisā'ī, Aḥmad ibn Shaybah, Abū ʿAbd al-Raḥmān, Sunan Kūbrá, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, Bayrūt, 1991 CE, al-Buyū', Bāb Ḥasan al-Muʿāmalah wa al-Rifq fī al-Maṭālibah

78. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Istiqraḍ, Bāb Istiqraḍ al-Ibil, Raqm al-Ḥadīth: 2390

79. Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd ibn Mājah, Abū ʿAbdullāh, Sunan Ibn Mājah, Dār al-Salām, Lāhawr, 1428 AH, Kitāb al-Ṣadaqāt, Bāb Ḥasan al-Muṭālabah, Raqm al-Ḥadīth: 2421

80. Al-Mā'idah 5:2

81. Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Dhikr wa al-Du'ā, Bāb Faḍl al-Ijtima' 'Alā Tilāwat al-Qur'ān, Raqm al-Ḥadīth: 2699

82. Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Musāqāh, Bāb Istiḥbāb al-Waḍ' min al-Dīn, Raqm al-Ḥadīth: 3981

83. Al-Baqarah 2:282

84. At-Tawbah 9:60

85. Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Buyū', Bāb Taḥrīm Bay' al-Rajul 'Alā Bay' Akhīh, Raqm al-Ḥadīth: 1412

86. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Buyū', Bāb al-Najsh Muslīm, al-Buyū', Bāb Taḥrīm Rubā'i al-Rajul 'Alā Bay' Akhīh wa Sūmih, Raqm al-Ḥadīth: 1516

87. Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, li-Ibn Baṭāl, 6:270

88. Ṭabarānī, Sulaymān ibn Aḥmad, Abū al-Qāsim, Al-Mu'jam al-Kabīr, Maktabat Ibn Taymiyyah, Qāhirah, 10:169, Raqm: 10234

89. Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Buyū', Bāb Bay' al-Muqarā'ah, Raqm al-Ḥadīth: 3831

90. Ibn Ḥanbal, Aḥmad ibn Muḥammad ibn Ḥanbal, Musnad Aḥmad ibn Ḥanbal, 'Ālam al-Kutub, Bayrūt, 2011 CE, 1:388

91. Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Buyū', Bāb Baṭlān Bay' al-Ḥiṣā'ah wa al-Bay' al-Ladhī Fīh Ḍarr.